مخطوطات کا حصول اور تحفظ

مسعود احمد خان

مخطوطات علم و فن کے وہ بیش بہا خزانے ہیں جو وقت کے گزرنے کے ساتھ ساتھ ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ یہ علمی نوادرات عجائب گھروں' کتب خانوں' دستاویزاتی مراکز' دینی مدارس' خانقاہوں اور کچھ اہل علم کے نجی ذخیروں میں موجود ہیں۔ برصغیر میں مخطوطات زیادہ تر عربی' فارسی' اردو' ہندی اور سنسکرت زبانوں میں ملتے ہیں۔ کچھ مخطوطات علاقائی زبانوں[1] میں بھی ہیں۔ قرآنی مخطوطات کی ایک بڑی تعداد بھی ملتی ہے۔ اس کے علاوہ تفسیر' حدیث' فقہ' فلسفہ' تواریخ' طب' ریاضی' علم فلکیات' تصوف' ادب اور شاعری جیسے علوم مخطوطات میں زیر بحث آتے ہیں۔ تراجم کا ایک بڑا حصہ بھی مخطوطات میں ملتا ہے۔ مخطوطات اپنی نوعیت اور خصوصیات کی وجہ سے ایک منفرد مقام رکھتے ہیں۔ یہ علم و فن کا حسین امتزاج ہوتے ہیں۔ مخطوطات میں زیر بحث موضوعات اور اس کے متن کے علاوہ چند چیزیں ایسی ہوتی ہیں جو دستاویزات اور کتب میں نہیں پائی جاتیں مثلاً مخطوطات میں کتابت اور خطاطی کو خاص اہمیت دی جاتی ہے۔ بعض مخطوطات کو کاتب کی شہرت کی وجہ سے بہت پذیرائی ملتی ہے اور ان کی قدر و قیمت بہت بڑھ جاتی ہے۔ ان کے مطالعہ سے فن خطاطی کے عروج و زوال کا پتہ چلتا ہے۔ مخطوطات میں مصوری کو بھی عمل دخل ہے۔ ایرانیوں نے مخطوطات کی آرائش اور تزئین کیلئے سرخ' سبز' پیلے' نیلے اور سنہری رنگوں کا استعمال کیا۔ بیل بوٹوں اور نمائش سے مخطوطات کو مزین کیا اور مصوروں کی بنائی ہوئی قلمی تصاویر[2] اور مصغر نقاشی (Miniatures) کو مخطوطات میں شامل کیا۔ ایسے مصور مخطوطات اپنے دور کے مصوروں کے بارے میں انتہائی قیمتی فنی معلومات فراہم کرتے ہیں۔ قلمی تصاویر کی وجہ سے مخطوطات کی قدر و قیمت میں اضافہ ہو جاتا ہے۔ مخطوطات میں فن تجلید یعنی جلد سازی ایک صنعت کی حیثیت سے سامنے آئی ہے۔ مخطوطات کے اوراق کی شیرازہ بندی' اور تجلید ایک وسیع موضوع ہے جس میں رنگین چمڑے کی تیاری سے لے کر ابری کاغذ کی تیاری اور جلد پر طلاء کاری' مثبت کاری[3] (Blind Tooling) کے مراحل شامل تھے۔ مخطوطات میں مصنف کی طرز تحریر اور

انشا پردازی اور اس دور کے ادب کی بھی عکاسی ہوتی ہے۔ مصنف کے بارے میں اہم معلومات ملتی ہیں۔ یہی وہ خصوصیات ہیں جن کی بنا پر مخطوطات کو دوسرے علمی اور تاریخی ریکارڈ پر فوقیت حاصل ہے۔

تحریر کی ابتدا اور خطاطی

فن تحریر کی ابتدا تقریباً ساڑھے پانچ ہزار[۴] سال قبل دریائے دجلہ اور فرات کی وادی سے ہوئی۔ یہ تحریر تصویری تحریر[۵] یعنی ہائیرو گلا ئیفک تھیں۔ (Hieroglyphic) یہ طرز تحریر وادی نیل میں بھی مروج تھی۔ مصری لوگ تحریر کیلئے گیلی مٹی کی الواح[۶] (Clay Tablets) اور سرکنڈوں کا بنایا ہوا کاغذ، پیپائرس (Papyrus) استعمال کرتے تھے۔ عرب لوگ لینطبی خط استعمال کرتے تھے جو حضرت اسمٰعیلؑ کے صاحبزادے نیابط کے نام پر تھا۔ یہ خط پانچویں صدی عیسوی تک رائج رہا۔ اس کے بعد حمیری خط رائج ہوا۔ برصغیر میں آریاؤں نے تین ہزار آٹھ سو (۳۸۰۰) قبل مسیح میں ایک رسم الخط ایجاد کیا جو مسماری، میخی یا پیکانی خط کہلایا۔ آنحضور صلعم کی بعثت (۵۷۱ء) سے قبل عرب میں خط کوفی رائج تھا۔ خط کوفی کے نمونوں میں آنحضور صلعم کی جانب سے والی مصر مقوقس کے نام تحریر کردہ نامہ مقدسہ بہت شہرت رکھتا ہے۔ عربوں میں تحریر کیلئے چمڑے کا استعمال رائج تھا۔ جنوبی عرب میں تیار کردہ چمڑا بہت نفیس ہوتا تھا۔ چنانچہ حمیری بادشاہ کا تمسک رسول اللہ ﷺ کے دادا حضرت عبدالمطلب بن ہاشم کا نام چمڑے کے ٹکڑے پر تحریر کیا گیا تھا اور خلیفہ المامون کے خزانے میں محفوظ تھا۔ بھیڑ، یا بکری کی کھال کو صاف کر کے ایک خاص قسم کا کاغذ بنایا جاتا تھا جو رق، قرطاس یا ورق کہلاتا تھا۔ اسی طرح مصر کے مکتب خانہ میں ہرن کی کھال سے تیار کردہ قرطاس پر کلام اللہ کے بہت سے نسخے موجود ہیں۔

برصغیر میں محمد بن قاسم کی فتح سندھ (۷۱۲ء) سے اسلامی خطاطی کا دور شروع ہوتا ہے۔ جمال الدین ابو یاقوت المستعصمی[۷] نے خط نسخ کو بہت خوبصورتی دی۔ ایرانیوں نے خط نستعلیق ایجاد کیا اور اسے بہت جلد مقبولیت حاصل ہوئی۔ میر علی تبریزی (وفات ۱۴۰۵ء) عہد تیموری میں نستعلیق کا ماہر خطاط گزرا ہے۔ ہندوستان کے سلاطین نے خطاطی کی خوب حوصلہ افزائی کی۔ سلطان شمس الدین التمش (۱۲۱۰-۳۶ء)، سلطان ناصر الدین محمود (۱۲۴۵-۶۵ء) اور سلطان محمد تغلق (۱۳۲۴-۵۱ء) بہترین خطاط تھے۔ عہد مغلیہ میں معروف خطاط خواجہ عبدالصمد نے ہمایوں کو لکھنا اور تصاویر بنانا سکھایا۔ خواجہ نظام الدین اولیاء کے مزار پر کتابت اس

دور کے مشہور خطاط مولانا شہاب الدین نے کی۔ ان کے فرزند کمال ابن شہاب کی کتابت کے نمونے لاہور عجائب گھر میں موجود ہیں۔ عہد اکبری (۱۶۰۵ء-۱۵۵۶ء) میں محمد اصغر ہفت قلم، خواجہ عبدالصمد شیریں قلم، عبدالرحیم عنبریں قلم، ملا محمد حسین کشمیری اور راجہ ٹوڈر مل مشہور خطاط تھے۔ جہانگیر (۱۶۲۷ء-۱۶۰۵ء) کے چاروں بیٹے[۸] اعلیٰ پایہ کے خطاط تھے۔ شاہجہان کے عہد میں عبدالرشید دیلمی (وفات: ۱۰۸۱ھ) معروف خطاط تھا۔ جسے شاہ جہان (۱۶۸۵ء-۱۶۲۸ء) نے اپنے بیٹے شہزادہ دارا شکوہ کو خوشخطی سکھانے کیلئے ایران سے بلوایا تھا۔ دیلمی شاہ عباس صفوی (اول) کے دربار کے مشہور خطاط میر عماد کی ہمشیرہ کا فرزند تھا۔ اورنگزیب نے قرآنی کتابت کو اپنا ذریعہ معاش بنایا۔ عہد عالمگیری (۱۷۰۷ء-۱۶۵۸ء) کے مشہور خطاط میں ہدایت اللہ زریں رقم، سید علی جواہر رقم تبریزی اور محمد باقر منفرد مقام رکھتے ہیں۔ مغلیہ خاندان کے زوال کے عہد (۱۸۵۷ء-۱۷۰۷ء) میں محمد افضل لاہور، محمد مقیم میر، محمود موسیٰ، مولوی حیات علی، عصمت اللہ میر، عباد اللہ بیگ، حافظ محمد حسین، محمد عارف یاقوت رقم، حافظ ابو الحسن، میر کرم غنی، عنایت اللہ شیرازی، حافظ مسعود اور معروف شاعر میر سودا بہت اچھے خطاط تھے۔ برصغیر میں سترھویں صدی میں جب بذریعہ پریس کتابوں کی اشاعت[۹] کا دور شروع ہوا تو مخطوطات کے فروغ کو نقصان پہنچا اور خطاط معاشی بدحالی کا شکار ہوئے۔ خطاطی دہلی، لکھنؤ اور لاہور میں سمٹ کر رہ گئی۔ لاہور میں امام ویردی، مولوی سعید احمد امین آبادی، منشی عبدالمجید پروین رقم، تاج الدین زریں رقم، منشی عبدالغنی شیریں قلم اور مولوی محمد عبداللہ وارثی جیسے خطاطوں نے اس فن کی اپنی خون جگر سے خوب آبیاری کی۔

فن تجلید۔

مخطوطات کا ایک منفرد پہلو یہ بھی ہے کہ خطاطی کے ساتھ ساتھ جلد سازی کو بھی ایک علیحدہ فن کی حیثیت سے مخطوطات کے مطالعہ میں ایک اہم مقام حاصل ہے۔ فن جلد سازی بھی مختلف ادوار سے گزر کر ایران میں پندرھویں صدی عیسوی میں داخل ہوا۔ یہ جلد سازی کا عہد زریں کہلاتا ہے۔ ہرات، اصفہان، شیراز اور تبریز کے شہروں نے جلد سازی میں بہت شہرت حاصل کی۔ اس دور میں رنگین چمڑے کا استعمال ہونے لگا۔ ان جلدوں پر نقش و نگار اور منظر کشی کا رواج بڑھا۔ دھاتی اوزار سے چمڑے کو دبا کر ان پر نقش و نگار کا طریقہ اپنایا گیا۔ جلد پر ڈوری نما حاشیہ ڈالنے کا رواج، دوہرے حاشیہ کی درمیانی جگہ نقطوں یا آڑی

ترچھی لکیروں سے مزین کیا جانے لگا۔ حاشیوں اور نقش و نگار کو واضح کرنے کیلئے سونے کے ورق کو استعمال میں لایا گیا۔ بعد ازاں سنہری سیاہی یا سنہری پٹی (Foil) کا استعمال شروع ہوا۔ گرم دھاتی اوزار سے نقش و نگار بنانے (Embossing) کا طریقہ بھی رائج تھا۔ عثمانی ترک سلاطین فارسی ادب کو نہایت قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔[۱۰] بعض ایرانی شہر مثلاً تبریز کی فتح کے بعد کچھ ایرانی صنعت کاروں کو قسطنطنیہ پہنچا دیا گیا۔ اس لئے ترکی فن جلد سازی پر صفوی عہد کے جلد سازوں کا گہرا اثر پڑا۔ چنانچہ سترھویں اور اٹھارویں صدی کے مخطوطات کے بارے میں یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا ہے کہ آیا ان کا تعلق ترکی سے ہے یا ایران سے۔ صفوی عہد کے جلد سازوں نے مغلیہ عہد کے جلد سازوں پر بھی گہرا اثر ڈالا۔ برصغیر میں جلدوں پر مثبت کاری (Blind Tooling) کا رواج ہوا۔ جیومیٹریکل ڈیزائن کے ٹھپوں کا استعمال شروع ہوا۔ جلد کی آرائش میں کٹائی کے ذریعے پھول، پتیاں اور بیل بوٹے بنانے کا طریقہ اپنایا گیا۔ جلدوں کی آرائش میں لاکھ اور کشیدہ کاری کو بھی کام میں لایا گیا اور اس طریقے سے انتہائی دیدہ زیب مخطوطات تیار کئے گئے۔ یہ کام کشمیر میں بہت خوبصورتی سے کیا جاتا تھا۔ انیسویں صدی عیسوی سے جلد سازی کے فن کا انحطاط شروع ہوا۔ اچھے جلد ساز معاشی بدحالی کا شکار ہو گئے۔ پریس کی آمد سے اشاعت کتب میں بڑی ترقی ہوئی۔ لیکن خطاطی اور جلد سازی کی صنعت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچا۔ مخطوطات ہماری ادبی اور معاشرتی زندگی سے ساقط ہو گئے۔ اب انہیں صرف عجائب گھروں، کتب خانوں اور دستاویزاتی مراکز میں جا کر ہی دیکھا جا سکتا ہے۔

مخطوطات کا سروے (Survey)

مخطوطات کے حصول اور تحفظ میں مخطوطات کے ذخائر کے سروے (Survey) کو بہت اہمیت حاصل ہے۔ اسی طرح ملک میں موجود مخطوطات کا پتہ چلایا جا سکتا ہے۔ اس ضمن میں حکومت پاکستان کی جانب سے جو کوشش کی گئی اس میں ابتداً ۱۹۴۸ء میں ہسٹاریکل ریکارڈ اینڈ آرکائیوز کمیشن فار پاکستان کا قیام ہے جس کے ذمہ حسب ذیل کام سونپے گئے :۔

۱۔ ایسے تمام طریقہ کار کی سفارش کرنا جن کے ذریعہ قلمی نسخوں، کاغذات و دستاویزات اور دوسری تاریخی اور ثقافتی اہمیت کی بنیادی اشیاء کو جمع کیا جا سکے۔

۲۔ ایسی سفارشات مرتب کرنا جن کے ذریعہ ان دستاویزات اور مخطوطات وغیرہ کو تاریخی تحقیق کیلئے فراہم کرنا اور اس کام میں پیدا ہونے والی دشواریوں کا تدارک کرنا۔

۳۔ جمع شدہ تمام دستاویزات اور مخطوطات کی اشاعت کا پروگرام مرتب کرنا۔

۴۔ ایسے اقدام تجویز کرنا جن کے ذریعے ذاتی ملکیت میں پائے جانے والے تاریخی ورثے کا سروے کیا جائے نیز ان کو موسمی اثرات سے محفوظ کرنا اور مواد کی تفصیلی فہرستیں اور کیٹلاگ مرتب کرنا۔

۵۔ کمیشن کی حیثیت ایک مشاورتی بورڈ کی سی قرار دی گئی تھی۔

اس کمیشن میں ایک وفاقی وزیر اور پانچ ملک کے نامور تاریخ دان اور ماہرین دستاویزات شامل تھے۔ ایک ایک نمائندہ ہر صوبہ سے بھی لیا گیا تھا۔ اسی طرح ہر یونیورسٹی سے ایک ایک ممتاز تاریخ دان کو شامل کیا گیا تھا۔ اس کمیشن کے کل پانچ اجلاس[۱۱] ہوئے۔ آخری اجلاس ۱۹۷۰ء میں ہوا۔ اس کمیشن کی سفارشات پر مکمل طور پر عمل نہ کیا گیا اور بالآخر اسے توڑ دیا گیا۔ ملک کے طول و عرض میں پھیلی ہوئی تاریخی دستاویزات' مخطوطات اور دوسرے سرکاری و نجی ریکارڈ کے حصول اور تحفظ کا کام محکمہ دستاویزات کی جسے بعد میں نیشنل آرکائیوز آف پاکستان کا نام دیا گیا' ذمہ داری بن گیا۔ ۱۹۷۳ء سے اسی ادارے نے اپنی ذمہ داریاں کماحقہ ادا کرنی شروع کر دیں اور دستاویزات' نجی ذخائر' سرکاری ریکارڈ اور تاریخی مواد کا ایک بڑا ذخیرہ اسلام آباد میں جمع کیا۔ جسے ادارے کی اپنی انتہائی خوبصورت عمارت میں جو سیکرٹریٹ کے قریب واقع ہے' محفوظ کیا گیا ہے۔ مخطوطات کے حوالے سے نیشنل آرکائیوز کو اس کے حصول اور تحفظ میں کئی مشکلات کا سامنا رہا۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ بیشتر مخطوطات کے ذخیرے پہلے سے موجود مختلف عجائب گھروں' دستاویزاتی صوبائی مراکز اور ملکی معروف کتب خانوں میں پہلے سے ہی محفوظ تھے۔ دوم یہ کہ کئی نجی تحویل میں موجود مخطوطات کا حصول براہ راست بہت مشکل ہوتا ہے۔ محکمہ کے پاس مخطوطات کے حصول کیلئے مہیا کئے گئے فنڈز بھی ناکافی ہوتے ہیں۔ مخطوطات کی خریداری کے لئے نیشنل آرکائیوز آف پاکستان کی مشاورتی کمیٹی کا اجلاس بلوانا بھی ضروری ہوتا ہے۔

نیشنل آرکائیوز آف پاکستان نے مخطوطات کی بیرون ملک فروخت اور برآمد کو روکنے کیلئے دو اہم قوانین بھی پاس کروائے جو حسب ذیل[۱۲] ہیں:۔

۱۔ قدیم دستاویزاتی اشیاء کے (تحفظ اور برآمدی انضباط) کا قانون مجریہ ۱۹۷۵ء۔

۲۔ پاکستان کے سرکاری ریکارڈ نیز تاریخی اور قومی نوعیت کی قدیم دستاویزات کو تحویل میں لینے اور ان کے تحفظات کا قانون مجریہ ۱۹۹۳ء۔

ان قوانین کی رو سے ۲۵ برس یا اس سے قدیم کوئی مسودہ یا مخطوطہ جس کی تاریخی یا قومی اہمیت ہو ملک سے باہر لے جانے پر پابندی ہے- جبکہ ۱۹۹۳ء کے ایکٹ کی رو سے ڈائریکٹر جنرل، نیشنل آرکائیوز آف پاکستان کسی بھی قومی اور تاریخی اہمیت کی دستاویز کو خرید کر، بطور عطیہ قبول کر کے، حصول کی درخواست کر کے یا کسی اور طرح سے حاصل کر سکتا ہے اور یہ اس کے فرائض میں شامل ہو گا- اس ایکٹ میں زیادہ اہمیت سرکاری ریکارڈ کے تحفظ کی طرف دی گئی ہے اور نجی ذخیروں کا کہیں ذکر نہیں کیا گیا ہے-

گذشتہ برسوں میں دستاویزات اور مخطوطات کے حوالے سے پاکستان میں چند ایک سروے کئے گئے ہیں جن کا مختصراً ذکر کرنا مناسب ہو گا- پہلا سروے ایک انگریز ماہر دستاویزات مسٹر مارٹن موئر[۱۳] نے صوبائی اور ڈسٹرکٹ ریکارڈ آفسوں کے حوالے سے کیا اور نہ صرف ریکارڈ کی نشاندہی کی بلکہ ان کے تحفظ سے متعلق انتہائی مفید معلومات بھی فراہم کیں- دوسرا سروے حکومت پاکستان نے (وزارت ثقافت و کھیل) پاکستان کے عجائب گھروں، بڑے بڑے کتب خانوں اور نجی ذخیروں میں تحریری مواد اور مخطوطات کیلئے ۱۹۸۲ء میں کرایا- اس سروے کا مقصد پاکستان کے ثقافتی ورثے اور تحریری مواد کے ذخیروں کے بارے میں ضروری معلومات حاصل کرنا تھیں- یہ سروے ڈاکٹر زوار حسین زیدی، سینئر ریسرچ فیلو، سکول آف اورینٹل اینڈ افریقن سٹڈیز، لندن کی زیر نگرانی مکمل کیا گیا- پاکستان میں مخطوطات کے بارے میں اس سروے سے حسب ذیل معلومات حاصل ہوئیں-

نمبر شمار	نام ادارہ	مقام	تعداد مخطوطات
۱-	سندھ یونیورسٹی لائبریری	جامشورو	۶۲۵
۲-	سندھ پروونشل میوزیم لائبریری	حیدر آباد	۳۷۵
۳-	شمس العلما داؤد پوتہ لائبریری	حیدر آباد	۹۴
۴-	شاہ ولی اللہ اکادمی	حیدر آباد	۳۵۰
۵-	انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی	جامشورو	۴۵۰
۶-	سندھ ادبی بورڈ	حیدر آباد	۳۹۴
۷-	نیشنل میوزیم آف پاکستان	کراچی	(ملک کا دوسرا بڑا مجموعہ مخطوطات)

۸۔	ہمدرد فاؤنڈیشن لائبریری	کراچی	۶۰۰
۹۔	ڈویژنل پبلک لائبریری	خیرپور	۱،۲۰۰
۱۰۔	بہاولپور سنٹرل لائبریری	بہاولپور	۲۰۰
۱۱۔	پنجاب یونیورسٹی لائبریری	لاہور	۱۸،۶۷۱
۱۲۔	لاہور میوزیم	لاہور	۸۰۰
۱۳۔	پنجاب پبلک لائبریری	لاہور	۱،۱۰۰
۱۴۔	دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری	لاہور	۸۰۰
۱۵۔	ایران پاکستان انسٹیٹیوٹ آف پرشین سٹڈیز۔	راولپنڈی	۱۰،۰۰۰
۱۶۔	نیشنل لائبریری آف پاکستان	اسلام آباد	۲۰۰
۱۷۔	قائداعظم یونیورسٹی لائبریری	اسلام آباد	۲۶۶
۱۸۔	نیشنل آرکائیوز آف پاکستان	اسلام آباد	۲۰۰
۱۹۔	پشاور یونیورسٹی لائبریری	پشاور	۶۸۵
۲۰۔	اسلامیہ کالج لائبریری	پشاور	۱،۲۰۰
		میزان :۔	۳۸،۲۰۸

اس سروے کے مطابق اگر نیشنل میوزیم کراچی کے مخطوطات کی اندازاً تعداد ۱۵۰۰۰ تصور کرلی جائے تو پورے ملک میں ان معروف اداروں میں مخطوطات کی مجموعی تعداد پچپن ہزار (۵۵۰۰۰) بنتی ہے۔ اس اندازے میں مخطوطات کی تعداد میں اضافوں کو جو وقتاً فوقتاً ہوتے رہتے ہیں شامل کرلیا گیا ہے۔

اس سروے سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ بیشتر اداروں اور کتب خانوں میں مخطوطات کے تحفظ کا کوئی معقول بندوبست نہیں۔ فیومیگیشن[۱۴] کا کوئی بندوبست نہیں اور مخطوطات کی ایک بڑی تعداد خستگی (Brittleness) کا شکار ہیں۔ اس کی وجہ موسمی اثرات اور تیزابیت ہوتی ہے۔ سوائے چند[۱۵] اداروں کے مخطوطات کی مرمت اور بحالی (Restoration) کی سہولتیں موجود نہیں۔ ۱۹۹۲ء میں نیشنل آرکائیوز آف پاکستان نے نیدر لینڈ لائبریری ڈویلپمنٹ پراجیکٹ (پاکستان) کے تعاون سے ایک اور سروے منتخبہ لائبریریوں

میں کروایا- اس سروے میں حسب ذیل اعداد ملے :-

نمبرشمار	کتب خانہ جات/ ادارے	مقام	تعداد مخطوطات
۱-	پنجاب پبلک لائبریری	لاہور	۱۶۰۰
۲-	دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری	لاہور	۱۰۰۰
۳-	پنجاب یونیورسٹی لائبریری	لاہور	۲۰۰۰۰
۴-	نیشنل لائبریری آف پاکستان	اسلام آباد	۲۰۰
۵-	نیشنل آرکائیوز آف پاکستان	اسلام آباد	۲۰۰
۶-	پنجاب یونیورسٹی سنٹرل لائبریری	پشاور	۷۰۰

اس سروے کا مقصد کتب خانوں میں بالخصوص علمی ذخیروں کے تحفظ کی راہ میں حائل مشکلات کا جائزہ لینا تھا- مخطوطات کے حوالے سے چند دلچسپ حقائق بھی سامنے آئے- مثلاً پنجاب یونیورسٹی لائبریری میں سنسکرت زبان میں ولنر کلکشن (Woolner Collection) میں بہت سے ایسے مخطوطات بھی ہیں جو پام کے پتوں اور درخت کی چھال[۱۶] (Birch Bark) پر تحریر کئے گئے ہیں- سنسکرت اور ہندی زبانوں میں کچھ اور نجی ذخیروں کا پتہ چلا ہے جن میں سے ایک پروفیسر چمن داس کا ذخیرہ کتب بھی ہے جو لاڑکانہ میں ہے- ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمیں ان زبانوں میں پائے جانے والے مخطوطات کے تحفظ کی جانب توجہ دینی چاہئے- بیرون ملک، یورپی ممالک کے کتب خانوں اور برطانیہ میں اسلامی علمی ورثے اور عربی، فارسی اور اردو کے مخطوطات کی جس انداز سے نگہداشت کی جاتی ہے وہ قابل قدر ہے ہمیں چاہئے کہ اس طرح عربی، فارسی، اردو اور اپنی علاقائی زبانوں کے علاوہ دوسری زبانوں میں ملنے والے مخطوطات کی بھی اسی طرح دیکھ بھال اور تحفظ کریں-

ملک میں پائے جانے والے مخطوطات کے ان چند سروے کے نتائج میں اہم ترین بات جو سامنے آئی ہے وہ یہ کہ مخطوطات کی دیکھ بھال کا تسلی بخش انتظام موجود نہیں ہے- انہیں تنگ و تاریک گوشوں میں رکھا جاتا ہے- جہاں یہ دیمک اور دوسرے کیڑے مکوڑوں سے محفوظ نہیں رہ سکتے- ان کی معقول صفائی کا انتظام بھی موجود نہیں جیسا کہ پہلے ذکر کیا جا چکا ہے- بیشتر موسمی اثرات کے خطرات سے دوچار ہیں- چنانچہ فضا میں رطوبت کی زیادتی اور زیادہ درجہ حرارت مخطوطات کو تباہی کی طرف لے جا رہی ہیں- خستہ اور پھٹے

ہوئے مخطوطات کی بحالی اور مرمت کا کوئی معقول بندوبست نہیں اور مخطوطات کی جلد سازی (Binding Traditional) تقریباً نہ ہونے کے برابر ہے۔ یہی وجہ ہے کہ شکستگی سے دوچار مخطوطات کی تعداد میں دن بہ دن اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ سروے میں یہ بات بھی سامنے آئی کہ کچھ کتب خانوں میں محققین کی سہولت کیلئے مخطوطات سے براہ راست فوٹو سٹیٹ کاپی تیار کر لی جاتی ہے۔ مخطوطات کو اس طرح بار بار فوٹو سٹیٹ کرنے سے اسے ناقابل تلافی نقصان پہنچتا ہے۔ مخطوطات سے نقول حاصل کرنے کے اس طریقہ کی حوصلہ شکنی کی جانی چاہئے۔ مخطوطات کی مائیکرو فلم کے ذریعے نقل تیار کر لی جانی چاہئے اور ایک فوٹو کاپی کو مخطوطات کی دیگر فوٹو سٹیٹ نقول تیار کرنے کیلئے استعمال کیا جانا چاہئے۔ اس طرح اصل مخطوطہ کو شکست و ریخت سے بچایا جا سکتا ہے۔

سروے کی اس اہمیت کے پیش نظر ضروری ہے کہ مخطوطات کے بارے میں بالخصوص پورے ملک کا سروے کرایا جائے۔ نجی ذخیروں میں موجود بے شمار مخطوطات ابھی منظر عام پر نہیں آئے انہیں بھی ریکارڈ پر آنا چاہئے ورنہ ان کی تباہی کے بارے میں بھی کسی کو علم نہ ہو سکے گا۔ مخطوطات کے سروے میں ہمیں پڑوسی ممالک کے مخطوطات کے ذخائر کے بارے میں بھی علم ہونا چاہئے کیونکہ علمی اور ثقافتی اعتبار سے ہمارے ہندوستان، ایران، افغانستان، ترکی، بنگلہ دیش اور وسطی ایشیائی ممالک کے ساتھ گہرے روابط رہے ہیں۔ ان روابط کی ایک جھلک ہمیں ان ممالک میں پائے جانے والے مخطوطات میں بخوبی نظر آتی ہے۔ برصغیر کے حوالے سے یہ روابط بہت گہرے ہیں۔ برصغیر میں جب بھی مخطوطات کی بات چلتی ہے تو خدا بخش لائبریری[۱۷]، پٹنہ کا ذکر ضرور آتا ہے۔ یہ کتب خانہ خان بہادر مولوی خدا بخش (وفات ۱۹۰۸ء) کی عظیم الشان یادگار ہے جس کی داغ بیل ان کے والد مولوی محمد بخش مرحوم کے زمانے میں پڑ چکی تھی۔ یہ کتب خانہ اب ایک بہت بڑا علمی اور تحقیقی مرکز بن گیا ہے۔ اس کے تحت اکثر توسیعی خطبات اور لیکچرز کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ سال میں ایک بار اور کبھی دو بار بھی سیمینار ہوتے ہیں۔ گذشتہ کئی برسوں سے اہم اور نادر مخطوطات پر خدا بخش جنوبی ایشیائی سیمینار کا سلسلہ اس غرض سے شروع کیا گیا ہے کہ ہندوستان، پاکستان اور بنگلہ دیش وغیرہ میں نجی اور عوامی ذخیروں میں محفوظ نایاب اور کمیاب مخطوطات میں سے اہم ترین کو منتخب کر کے ان کی تدوین کا کام شروع کیا جائے اس سلسلے میں طب، تصوف، تاریخ ہند و پاک، تفسیر اور قرآنیات، ہند کے مذاہب اور اردو مخطوطات پر کامیاب سیمینار[۱۸] ہو چکے ہیں۔

پاکستان میں مخطوطات اور نادر کتب کے حوالے سے خیرپور پبلک لائبریری کو ایک بڑا مقام حاصل ہے- ممکن ہے کہ مستقبل میں یہ کتب خانہ برصغیر اور دوسرے ممالک میں بھی وہی مقام حاصل کر لے جو خدا بخش لائبریری پٹنہ کو حاصل ہے اور یہ کتب خانہ بھی اس خطہ ارض میں علم و تحقیق کا ایک عظیم مرکز بن جائے-

توضیحات

۱- پاکستان کی علاقائی زبانوں میں سے سندھی، بلوچی اور پشتو عربی رسم الخط یعنی خط نسخ میں تحریر کی جاتی ہیں جبکہ پنجابی، گورمکھی، گجراتی وغیرہ دیوناگری رسم الخط میں تحریر کی جاتی ہیں-

۲- قلمی تصاویر وہ تصاویر ہیں جنہیں انتہائی باریک قلم اور برش کے ذریعے ایران اور ہندوستان کے مصوروں نے مخطوطات میں شامل کرنے کیلئے بنایا- "یہ انتہائی قیمتی اور شوخ رنگوں سے بنائی جاتیں اور ان میں بادشاہوں کی تصاویر، دربار کے مناظر، جنگی مناظر اور شاہی خاندان کی تصاویر خاص طور پر بنائی جاتیں- ان تصاویر میں سنہری رنگ کی سیاہی کا خاص طور پر استعمال ہوتا- یہ تصاویر کاغذ اور گتے کے علاوہ ہاتھی دانت کے ٹکڑوں پر بھی بنائی جاتیں- مغلیہ دور میں یہ بہت مقبول ہوئیں-

۳- منبت کاری سے مراد رنگ دار چمڑے پر دھاتی اوزار کی مدد سے نقش و نگار بنانا- اس میں دباؤ کے ذریعے چمڑے پر نقش بن جاتے ہیں- بعض اوقات انہیں ہلکا گرم کر کے بھی نقش و نگار ابھارے جاتے ہیں- یہ نقش و نگار بغیر طلاء کے یا طلاء یعنی سنہری کام کے ساتھ دونوں طرح کے ہوتے ہیں-

۴- پروفیسر محمد صادق گل، فن تاریخ نویسی، ص ۱۷۰

۵- اشکال کے ذریعے خیالات کو ظاہر کرنے کا تحریری انداز مثلاً شیر، جنگ کے لئے سانپ دشمن کیلئے- ناچتی ہوئی عورت صلح و سلامتی کیلئے، عیاری کے لئے گیدڑ، لہریں، دریا کیلئے-

۶- گیلی مٹی کی چھوٹی چھوٹی تختیوں پر کسی نوک دار چیز سے تحریری نشان یا علامت بنائی جاتی اور انہیں دھوپ میں یا آگ پر سکھا لیا جاتا- تحریر کا یہ طریقہ سمیریوں میں مقبول تھا-

۷- جمال الدین ابو معتصمی خلیفہ معتصم باللہ کے دربار (بغداد) کا خطاط تھا-

۸- شہزادہ خسرو، پرویز، خرم (شاہ جہاں) اور شہریار-

۹۔ ہندوستان میں پہلا چھاپہ خانہ ۱۵۵۰ء میں گوا کے ساحلی شہر میں لگایا گیا۔ اور فرانس زے ویئر کی کتاب Catechism چھاپ کر گرجا گھروں میں عیسائیت کی تعلیم کیلئے استعمال ہوئی مارگریٹ بارن "دی انڈین پریس (The Indian Press) لندن، ۱۹۴۰ء، ص ۷، ۸۔

۱۰۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ اردو میں جلد نمبر ۶، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۱۶۰

۱۱۔ اشرف علی، تحفظ دستاویزات و کتب خانہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء، ص ۱۰۰، ۱۰۱

۱۲۔ پاکستان میں قومی دستاویزاتی قوانین (کتابچہ) محکمہ تحفظات قومی دستاویزات، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء۔

۱۳۔ انڈیا آفس لائبریری اینڈ ریکارڈ، لندن کے ڈپٹی ڈائریکٹر۔

۱۴۔ کیڑوں سے کتابوں کو محفوظ کرنے کیلئے ایک بند چیمبر میں تھائیمول اور پیراڈائی کلورو بنزین جراثیم کش ادویات کی موجودگی میں مخطوطات کو ایک مقررہ عرصہ تک رکھ کر محفوظ کرنے کے طریقے کو کہتے ہیں۔

۱۵۔ ۱۔ قومی عجائب گھر کراچی۔ ۲۔ انسٹیٹیوٹ آف سندھیالوجی، جامشورو۔
۳۔ عجائب گھر لاہور اور ۴۔ نیشنل آرکائیوز آف پاکستان، اسلام آباد۔

۱۶۔ بھوج پتر نسل کا ایک درخت جو غوش کہلاتا ہے۔ اس کی شاخیں پتلی، پتے چھوٹے اور چھال سفید اور چکنی ہوتی ہے اور یہی لکھنے کے کام آتی ہے۔ قومی انگریزی لغت، مقتدرہ قومی زبان، ص ۱۸۹۔

۱۷۔ ضیاالدین اصلاحی کتب خانہ خدا بخش پٹنہ، ص ۶۳-۷۰ ماہنامہ، قومی زبان، کراچی، فروری ۱۹۹۶ء۔

۱۸۔ ایضاً۔

ماخذات

۱۔ ڈاکٹر صادق علی گل، اسلامی تاریخ نویسی کا آغاز، پبلشرز امپوریم، لاہور، ۱۹۹۲ء

۲۔ ایضاً، فن تاریخ نویسی، لاہور، ۱۹۹۳ء

۳۔ ڈی۔ سی، سکاٹ کونز، An Eastern Library، گلاسکو، ۱۹۲۰ء

۴۔ ضیاالدین اصلاحی، کتب خانہ خدا بخش پٹنہ، ماہنامہ "قومی زبان" ۱۹۹۶ء، کراچی، فروری ۱۹۹۶ء۔

۵۔ عتیق ظفر شیخ و اشرف علی، 'A Study to determine the Problems of

Conservation & Restoration of Archives & Library Material in Pakistan. اسلام آباد، ۱۹۹۲ء

۶- ڈاکٹر زوار حسین زیدی، Report on Manuscript material in Libraries & Museums including some Private Collections in Pakistan. وزارت سیاحت و ثقافت، ۱۹۸۲ء، اسلام آباد

۷- ڈاکٹر محمد شفیع، اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جلد نمبر ۶، دانشگاہ پنجاب، لاہور، ۱۹۶۲ء-

۸- سر ولزلے ہیگ، The Cambridge History of India, Vol. IV. کیمبرج یونیورسٹی پریس، ۱۹۳۷ء-

۹- مارگیریٹا برنس، The Indian Press، جارج ایلن انون لیمٹڈ، لندن، ۱۹۴۰ء

۱۰- اشرف علی، تحفظ دستاویزات و کتب خانہ، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۳ء

۱۱- نیشنل آرکائیوز، پاکستان میں قومی دستاویزاتی قوانین (کتابچہ)، محکمہ تحفظات قدیم قومی دستاویزات، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء

۱۲- مقتدرہ قومی زبان، قومی انگریزی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، اسلام آباد، ۱۹۹۴ء-

نوٹ: یہ مقالہ ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد کے زیر اہتمام دو روزہ قومی سیمینار، منعقدہ ۲۶/۲۷ جون ۱۹۹۶ء کے دوران پڑھا گیا-